www.KitaboSunnat.com



مظفر حسین چودھری

# مقامِ مصطفےٰ — اقبال کی نظر میں

ایک مسلمان گھرانے کے چشم و چراغ اور ایک صوفی باپ کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے علامہ اقبال کا نبی اکرم سے گہرا قلبی لگاؤ یوں تو ایک فطری بات ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ جذبہ نہ صرف ان کی پوری زندگی کو محیط ہے بلکہ ان کی زندگی کا وہ تخلیقی جوہر ہے جو ماہ و سال گزرنے کے ساتھ ساتھ برابر اور متواتر ترقی کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں ان کی پوری شخصیت اسی ایک جذبے میں مرتکز ہو کر مہبطِ انوارِ محمدیہ بن گئی اور آپ نے اپنی زندگی کو کاملاً ایک جذبے کی نذر کر دیا تو بات فقط اثرات اور میراثِ پدر تک ہی محدود نہیں رکھی جا سکتی۔ بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ ہماری گفتگو ایسی شخصیت کے بارے میں ہو جس کا شمار اپنے عہد کے چوٹی کے فلاسفروں میں ہوتا ہو۔ جو مزاجِ عصر کو بدلنے کا عزم رکھتا ہو[۱] جس کا دعویٰ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اس کے جذبے کو ہی تسکین نہیں ملی بلکہ اس کی عقل نے بھی اپنی مراد یہیں سے پائی ہے[۲] جس کا عقیدہ یہ ہو کہ ہم آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اسی طرح مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح آپؐ کی زندگی میں صحابہ کرام ہوا کرتے تھے[۳] جس نے اپنے کامل شعور کے ساتھ گواہی دی ہو کہ انسانیت کا یہی وہ مقام ہے جس میں عیشِ دوام کا سراغ ملتا ہے[۴] جس کے نزدیک نبی کی ذات خدا سے بھی محبوب تر ہو[۵] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لیے جذباتِ شکرگزاری کے سبب جس کے وجود کا ذرہ ذرہ چھلکا پڑتا ہو[۶]

**اقبال اور حبِ رسول۔** سید ابوالحسن ندوی نے علامہ اقبال کی شخصیت کے چار تخلیقی عنصر گنوائے ہیں اور ان میں حبِ رسول کو بجا طور پر ایک اہم عنصر کی حیثیت دی ہے[۷]۔ علامہ اقبال کو ذاتی طور پر جاننے والے سبھی لوگوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ سیرتِ اقبال میں حبِ رسول کا عنصر اتنا قوی تھا کہ کوئی بھی ملنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حکیم عبدالمجید قرشی مرحوم نے لکھا ہے کہ جب تک علامہ اقبال کو قریب سے نہ دیکھا جائے اس شیفتگی اور عشق کا اندازہ لگانا مشکل ہے



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جوان کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی [۸] آخر عمر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ان کا دل اس قدر رقیق ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر آتے ہی اشک بار ہو جاتے اور بسا اوقات اس قدر رقت طاری ہو جاتی کہ ہم جلیسوں کو ان کی زندگی کے بارے میں تشویش لاحق ہو جاتی [۹] آپ کے ایک قریبی دوست غلام بھیک نیرنگ نے علامہ اقبال کے حالات کے بیان میں لکھا ہے کہ حضورؐ سرورِ کائنات سے ان کے قلبی تعلق کے پیش نظر میں نے خاص خاص لوگوں سے بطور راز کہہ رکھا تھا کہ اگر علامہ اقبال حضورؐ کے مرقد پاک پر حاضر ہوئے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے [۱۰] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے بارے میں ان کا آبگینۂ احساس اس قدر نازک تھا کہ اگر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے سامنے درود شریف پڑھے بغیر زبان پر لاتا تو اس قدر تکلیف محسوس کرتے کہ بسا اوقات پوری رات اس کرب اور تکلیف میں گزر جاتی۔ [۱۱] پاسِ ادب کا اپنا یہ عالم تھا کہ علالت کے آخری ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر لانے سے پہلے اس بات کا پورا پورا اطمینان کر لیتے کہ حواس اور بدنی حالت میں کوئی خرابی تو نہیں [۱۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل اعتماد و یقین کی کیفیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے سید نذیر نیازی نے لکھا ہے [۱۳] کہ ایک بار جب آپ کے سامنے حضرت ابو سعید خدری کی اس روایت کا ذکر آیا کہ حضورؐ رسالت مآب اپنے بعض احباب کے ساتھ اُحد پر تشریف لے گئے اور اُحد کانپ اٹھا تو حضرت علامہ فرمانے لگے "یہ محض استعارہ نہیں ہے۔" اور پھر درد کی تکلیف کے باوجود ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ "MIND YOU! IT IS NO METAPHOR"

اقبال اور حبِّ رسول کی پرورش ۔ ڈاکٹر عبد المجید ملک راوی ہیں کہ ایک بار انھوں نے حضرت علامہ سے استفسار کیا کہ حضورؐ سرورِ کائنات سے محبت کا گنج گراں مایہ انھیں کیسے ملا تو آپ نے بلا توقف ارشاد فرمایا کہ درود شریف کے ورد کی کثرت کی برکت سے [۱۴] اس بات کی طرف ان کی شاعری میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

کافرِ ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
لب پہ درود و صلوٰت دل میں درود و صلوٰت

لیکن درود شریف کی کثرت کے ساتھ ساتھ نبوتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معنوی حیثیت پر غور و خوض بھی زندگی بھر آپ کا مستقل وظیفہ رہا جو آپ کے لوحِ دل پر عظمتِ رسول کے نقوش اجاگر کر کے "جذبۂ حبِ رسولؐ" کی پرورش کرتا رہا ۔ خواجہ عبد الوحید صاحب کی ڈائری کے ایک



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولادتی [۵۱] مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۳۶ء کے یہ الفاظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔

" آپ نے نبوت پر عمومی اور نبوتِ محمدیہ پر خصوصی روشنی ڈالی۔ حضرت علامہ کا یہ پختہ خیال ہے کہ نبوتِ محمدیہ کی معنوی حیثیت کو ابھی تک انسان نہیں سمجھا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ بعض بزرگانِ سلف بھی اس کی کنہ کو نہیں پہنچے۔ وہ مدعی تھے کہ خود ان کو اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور اس موضوع پر وہ تفصیل سے اپنی مجوزہ کتاب "تمہید القرآن" میں روشنی ڈالیں گے۔ عبدالمجید سالک نے اپنے بیان میں اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے [۵۲] جس سے اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا کو ساری کائنات سے افضل جانتے تھے اور ہر مسلمان جانتا ہی ہے لیکن عام مسلمانوں کے ماننے اور ان کے ماننے میں فرق یہ تھا کہ مسلمان اعتقاداً کہتے ہیں۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن حضرت علامہ حقیقتاً اس عقیدے کو تسلیم کرتے تھے اور جب اس موضوع پر گفتگو فرماتے تو القا والہام، مقامِ نبوت، انسانیتِ کاملہ، توازنِ جذبہ وادراک اور حریتِ انسان کے مسائل پر نفسیاتِ جدیدہ کی رو سے ایسی سیر حاصل بحث فرماتے کہ کسی مخالف کو بھی حضور کے انسانِ کامل ہونے میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔"

غرض یہ کہ علامہ اقبال اپنے ذکر و فکر اور علم و عرفان انوارِ محمدیہ سے ہمیشہ مستنیر ہوتے رہے اور ان کا دل تجلیاتِ محمدیہ سے معمور بنا رہا۔ محبت کے انھیں جذبات سے سرشاری کی کیفیت میں وہ ایک مجذوبانہ کیفیت سے پکار اٹھتے ہیں۔

بکوئے تو گدازِ یک نوا بس مرا ایں ابتدا ایں انتہا بس
خراب جراتِ آں رندِ پاکم خدا را گفت ما را مصطفےٰ بس

**اقبال کی دینی فکر اور اسوۂ رسول** ۔ راقم الحروف کی ناچیز رائے میں امورِ دینیہ میں علامہ اقبال کی صحتِ بصیرت اور سلامتِ فکر کا راز فقط اس ایک نقطے میں مضمر ہے کہ آپ "دین ہمہ اوست" کی رمز سے آشنا تھے۔ اس نکتے کی معنویت یوں سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلام کی حقیقت اگر کلمہ طیبہ میں سمٹ آئی ہے تو آپ نے اس کے دوسرے ٹکڑے یعنی محمد رسول اللہ کی اہمیت کو اچھی طرح دلنشین کر لیا تھا جو اس کے پہلے ٹکڑے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی صحت کی واحد ضمانت ہے کیونکہ



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



توحید وہی معتبر ہے جس پہ پیغمبر کی مہر تصدیق ثبت ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "خدا را بایں طور می شناسم کہ خدائے محمد است" بلاشبہ اگر مقصدِ توحید "خدائے محمد" نہ ہو تو وہ کسی نہ کسی کا ثبت ہے خدا ہرگز نہیں ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو شریعت اور طریقت میں جتنی بھی لغزشیں بعض علماء اور صوفیاء کی ذہنی اور روحانی نارسائیوں کے باعث سرزد ہوئی ہیں ان سب کا بنیادی سبب بالآخر یہی قرار پاتا ہے کہ یہ لوگ مقامِ رسول کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کسی نہ کسی وجہ سے ناکام رہ گئے تھے۔ بعض علماء نے حفاظتِ توحید کے جوش میں محمد رسول اللہ کا ترجمہ "محمد فقط رسول ہیں خدا نہیں" کرتے ہوئے اس ٹکڑے کے معانی کو بشریت پر زور دینے کی غرض سے الوہیت کی نفی تک محدود کر دیا جس کی وجہ سے (معاذ اللہ) پیغمبر کی حیثیت ایک چٹھی رسان پیغام بر (یعنی فقط ایک ذریعہ) سے زیادہ متصور نہ ہو سکی اور شریعت ایک مردہ و بے جان قوانین کا مجموعہ بن کر رہ گئی اس طرح بعض صوفیا عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ کے شوق میں گمراہ بلکہ بدراہ ہو کر (معاذ اللہ) یہاں تک کہہ گزرے مثلاً

پنجہ در پنجۂ خدا دارم    من چہ پروائے مصطفےٰ دارم    (شیخ ملا)

اور یہ بدمستی بھی پیغمبر یا اس کی لائی ہوئی شریعت کو محض ایک ذریعہ سمجھنے ہی کا نتیجہ تھی۔ یہ علماء و صوفیا خدا کی محبت کے زعمِ باطل میں یہ سادہ سی حقیقت فراموش کر گئے کہ پیغمبر کی ذات ہی خدا رسیدگی کا واحد اور ناگزیر وسیلہ ہے اور جس خدا کی محبت کے یہ مدعی ہیں وہ خود فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ جس کی رُو سے فَاتَّبِعُونِي کی شرط پوری نہ ہو تو محبت کا جذبہ بھی نارسا ہے خواہ یہ جذبۂ محبت اپنی طلب میں کتنا ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن شوقِ اتباع کا جذبہ اگر قوی ہو تو خدا کا محبوب بن جانا بھی دشوار نہیں ہے۔ اس لیے اگر

علامہ اقبال حبِ رسول پر زور دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں:

قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ    از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

تو یہ دین کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کی ایک عملی صورت ہے۔ نبیؐ کی ذات سے اخلاص و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا طلبی کا داعیہ بیدار نہ ہو اور رفتہ رفتہ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہ کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے

درحقیقت علامہ اقبال کی مذہبی بصیرت نے انھیں آغاز میں ہی اس نتیجے تک پہنچا دیا تھا



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ عملی حیثیت سے مذہب کی حقیقت رسول ہی کی شخصیت کا اظہار و انکشاف ہے جسے ہم شریعت اور طریقت کے دو نام دے دیتے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں ہندوستان ریویو میں آپ کا ایک مقالہ "اسلام ۔ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے" (ISLAM AS A MORAL AND POLITICAL IDEAL) کے عنوان سے شائع ہوا جو آپ کی نہایت ابتدائی تحریروں میں سے ہے۔

اس میں آپ بڑی صراحت اور وضاحت سے لکھتے ہیں۔

"جب میں یہ کہتا ہوں کہ مذہب درحقیقت کسی قوم کے تجربات زندگی کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو ایک عظیم شخصیت کے ذریعے ایک قطعی اظہار کی شکل اختیار کرتا ہے تو میں حقیقتِ وحی کو ہی سائنس کی زبان میں بیان کر رہا ہوتا ہوں۔"

گویا ان کے نزدیک قوم میں سیرتِ رسول کے نفوذ کا ہی دوسرا نام مذہب ہے۔ حقیقت مذہب کے بارے میں ان کا یہ نظریہ غور و فکر کے ساتھ ساتھ پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں وقت کے ایک جید عالم دین سے خطاب کرتے ہوئے انھیں اس رمزِ دین کی وضاحت کرنی پڑی۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی فلسفیانہ فکر اور اسوۂ رسول۔ ایک فلسفی کی حیثیت سے علامہ اقبال کی دلچسپی کے موضوعات زیادہ تر وہ مسائل تھے جو انسان کی عملی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایسے فلسفیوں پر افسوس ظاہر کرتے ہیں جو زندگی کے مسائل کو نظر انداز کر کے مابعد الطبیعاتی مسائل کو اپنی غور و فکر کا موضوع بناتے ہیں۔

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند ۔۔۔ مقیم سومنات بودہ ہستند
چساں از شتہ و یزداں بگیرند ۔۔۔ ہنوز آدم بفتراکے نہ بستند

آپ کے نزدیک فلسفی کو اپنے غور و فکر میں بامقصد اور افادیت پسند ہونا چاہیے جو فلسفی انسان کے قوائے عملیہ کو مہمیز کرنے کے بجائے قوائے عقلیہ کو جلا دینے کی فکر کرے وہ آپ کے خیال میں حقائقِ دین سے بے بہرہ رہتا ہے خواہ وہ رازی ہی کیوں نہ ہو۔

زرازی معنیٔ قرآں چہ پرسی ۔۔۔ ضمیر ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد دل بسوزد ۔۔۔ ہمیں تفسیر نمرود و خلیل است



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس لیے علامہ اقبال نے اپنے غور و فکر کا مرکز و محور خودی یا انسانی ذات کو بنایا۔ پھر چونکہ ان کا مقصد انسان کے قوائے عمل کو انگیخت کرنے کا تھا اس لیے انہیں ذاتِ انسانی کی ابتداء سے کہیں زیادہ دلچسپی اس کی انتہا کے بارے میں تھی یعنی وہ مقدرِ انسانی کے رازداں بننا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک انسان کا انتہائی حصولِ کمال اس کی سیرت (CHARACTER) ہے۔ "دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کا موضوع بھی تشکیلِ سیرت ہی ہے۔ قرآن میں اگرچہ خدا، فرشتے، آخرت، جنت و دوزخ، قیامت، حشر نشر وغیرہ مابعد الطبیعاتی حقائق کا ذکر آتا ہے اور بہت کثرت سے آتا ہے لیکن قرآن میں ان حقائق کی ماہیت اور حقیقت پر علمی اور عقلی بحث نہیں کی گئی اور ہرچند ہمارے علماء اور مفسرین نے ان پر عقل کی حاشیہ آرائی بہت کی ہے لیکن ان کی ساری کوششوں کے باوجود ان کی حقیقت کھلتی نہیں لیکن اس کے برعکس قرآن میں انسان کی سیرت سازی اور تشکیلِ معاشرہ کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان کو غور و فکر کا موضوع قرار دیا جائے تو زندگی کے عملی مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

علامہ اقبال اس نکتے سے بخوبی آگاہ تھے۔ فرماتے ہیں۔

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور ۔۔۔ کہ جان تو ز خود نا محرمے ہست

قدم در جستجوئے آدمے زن ۔۔۔ خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

چنانچہ ان کے نزدیک قرآن کا موضوع ہی "تلاشِ آدم" اور "آدم گری" ہے جس کا نمونہ کمال ہمیں اسوۂ رسول میں ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت استوار کرنا سیرت سازی کا ایک ناگزیر تقاضا قرار پاتا ہے جس پر علامہ اقبال کا زور دینا بالکل بجا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

رشید احمد صدیقی نے ایک جگہ کہا ہے کہ علامہ اقبال پر ایک بڑے مذہب کی گرفت اتنی نہیں جتنی کہ ایک بڑی شخصیت کی لیکن حق تو یہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مذہبی تصورات میں شخصیت سے الگ ہو کر دین کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں ؎

تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم ۔۔۔ وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

اور یہی ان کی راستِ فکری کی دلیل ہے جو انہیں فلسفی ہوتے ہوئے بھی کٹر سے کٹر راسخ العقیدہ مسلمانوں میں بھی معزز و محترم بناتی ہے۔

تصوف کے بارے میں اقبال کا نقطۂ نظر اور اسوۂ رسول۔ تصوف کی طرف آئیے تو یہاں بھی علامہ اقبال



۱۸۶ محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا منفرد نقطۂ نظر انھیں اس راستے پر ڈالتا ہے جس کی آخری منزل عبدہٗ یعنی اسوۂ رسول ہے۔ پروفیسر اینماری شمل نے تصوف کی دو بڑی قسمیں بیان کی ہیں جن میں سے ایک کو وہ تصوف ابدیت (MYS-TICISM OF ETERNITY) کا نام دیتی ہیں اور دوسرے کو تصوف عبدیت (MYSTICISM OF PERSONALITY) کا۔[۲۱] اول الذکر کا تعلق گیان دھیان اور مراقبوں سے ہے اور اس کی آخری منزل نروان یا وحدت الوجود ہے۔ آخرالذکر کا تعلق تعمیر سیرت سے ہے جس سے ایک پختہ شخصیت معرضِ وجود میں آتی ہے اور علامہ اقبال اسی دبستانِ تصوف سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبدالمجید سالک نے علامہ اقبال کے حالات کے بیان میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جس سے تصوف کے بارے میں ان کے مخصوص نقطۂ نظر کی وضاحت ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:[۲۲]

"میں شام کے وقت حسب معمول حاضر خدمت تھا کہ ایک بزرگ فقیر حضرت کے پاس آئے۔ باتیں شروع ہوئیں حضرت نے فرمایا "سائیں جی میرے لیے دعا کیجیے"۔ وہ کہنے لگے کیا آپ کو دولت مطلوب ہے" فرمانے لگے نہیں مجھے دولت کی ہوس نہیں۔ درویش آدمی ہوں اللہ مجھے ضرورت کے مطابق عطا کر دیتا ہے"۔ پھر فقیر نے پوچھا۔ کیا دنیا میں عزت و جاہ کے طلبگار ہو؟" حضرت نے فرمایا۔ نہیں وہ بھی اللہ کے فضل سے حاصل ہے۔ میں کسی اونچے رتبے کا طالب نہیں" سائیں جی نے پوچھا تو پھر کیا خدا سے ملنا چاہتے ہو؟"

اس پر حضرت کی آنکھوں میں خاص چمک پیدا ہوئی۔ فرمانے لگے "خدا سے ملنا! سائیں جی خدا خدا کرو۔ میں بندہ وہ خدا! میرا اس کا واسطہ صرف بندگی کا ہے۔ ملنا کیا معنی؟ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ خدا مجھے ملنے آ رہا ہے تو میں بیس کوس بھاگ جاؤں۔ اس لیے کہ دریا قطرے سے ملے گا تو قطرہ غائب ہو جائے گا۔ میں قطرہ کی حیثیت سے قائم رہنا چاہتا ہوں اور اپنے آپ کو مٹانا نہیں چاہتا بلکہ قطرہ رہ کر اپنے آپ میں دریا کے خواص پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر سائیں بے خود ہو کر جھومنے لگے اور کہنے لگے "واہ اقبال۔ جیسا سنتے تھے ویسا ہی پایا تو خود آگاہ و مشرب ہے تجھے کسی فقیر کی دعا کی کیا ضرورت ہے"۔

خواجہ حسن نظامی کے نام جو خط آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو لکھا[۲۳] اس میں تصوف کے بارے میں آپ کے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت ہوتی ہے اور اس تحریر کی روشنی میں آپ کا موقف پوری طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس خط سے چیدہ چیدہ اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

آپ کے تصوف کی اصطلاح میں اگر اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہوگا کہ شانِ عبدیت انتہائی



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کمال روحِ انسانی کا ہے۔ اس سے آگے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صوفیا کو توحید اور وحدت الوجود کا مفہوم سمجھنے میں بڑی غلطی ہوئی ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں مترادف نہیں ہیں۔ مقدم الذکر کا مفہوم مذہبی ہے اور مؤخر الذکر کا مفہوم خالص فلسفیانہ ہے۔ توحید کی ضد کثرت نہیں ہے جیسا کہ بعض صوفیا سمجھتے ہیں بلکہ شرک ہے۔ ہاں وحدت الوجود کی ضد کثرت ہے.......

اسلام کی تعلیم نہایت صاف اور واضح اور روشن ہے۔ یعنی عبادت کے لائق صرف ایک ذات ہے۔ باقی جو کثرتِ عالم میں نظر آتی ہے وہ سب کی سب مخلوق ہے، گو علمی اور فلسفیانہ اعتبار سے اس کی حقیقت ایک ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ صوفیا نے فلسفہ اور مذہب کے دو مختلف مسائل (وحدت الوجود اور توحید) کو ایک ہی سمجھ لیا اس لیے ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ توحید کو ثابت کرنے کا کوئی اور طریقہ ہونا چاہیے جو عقل اور ادراک کے قوانین سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ اس غرض کے لیے حالتِ سکر ممد و معاون ہوتی ہے اور یہ ہے اصل سلسلہ احوال و مقامات کی.....

"قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یا اس کی رو سے وجود فی الخارج (کائنات) کی ذاتِ باری کے ساتھ اتحاد یا غیریت کی نسبت نہیں ہے بلکہ مخلوقیت کی نسبت ہے (یعنی خدا خالق ہے اور کائنات مخلوق اور مخلوق کے مابین مغائرت کلی ہے)

اس مسئلہ وحدت الوجود پر بحث کرتے ہوئے خان محمد نیاز الدین خاں کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں[۲۲]

میرا مذہب تو یہ ہے کہ یہ سارے مباحث مذہب کا مفہوم غلط سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں مذہب کا مقصود عمل ہے نہ (کہ) انسان کے عقلی تقاضوں کو پورا کرنا"

۱۹۱۶ء میں اسلام کے اسی پہلو کی وضاحت کرنے کے لیے تصوف کی تاریخ پر ایک کتاب لکھنے کا منصوبہ بھی ان کے پیش نظر رہا۔ خان نیاز الدین خاں مرحوم کے نام ایک خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے دو باب لکھے جا چکے تھے۔ اس خط میں وہ نیاز الدین صاحب کو لکھتے ہیں[۲۳]

تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے نہایت قابل ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طبیعت میں سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفہ کا حصہ محض بیکار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف۔ اسی فلسفہ نے متاخرین صوفیہ کی توجہ صور و اشکال عینی کے مشاہدہ (کی) طرف کر دی اور ان کا نصب محض غیبی اشکال کا مشاہدہ بن گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


حالانکہ اسلامی نقطۂ خیال سے تزکیۂ نفس کا مقصد ازدیادِ یقین و استقامت ہے۔ اخلاقی اور علمی اعتبار سے متصوفین اسلامیہ کی حکایات و مقولات کا مطالعہ نہایت مفید ہے لیکن دین کی اصل حقیقت ائمہ اور علماء کی کتابیں پڑھنے سے ہی کھلتی ہے اور آج کل زمانے کا اقتضاء یہ ہے کہ علم دین حاصل کیا جائے اور اسلام کے عملی پہلو کو نہایت وضاحت سے پیش کیا جائے۔ حضرات صوفیہ خود کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور تصوف باطن۔ لیکن اس پُر آشوب زمانے میں وہ ظاہر جس کا باطن تصوف ہے معرض خطر میں ہے۔ اگر ظاہر قائم نہ رہا تو اس کا باطن کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ مسلمانوں کی حالت آج کل بالکل ویسی ہے جیسے کہ اسلامی فتوحات ۱ کے وقت ہندوستان میں تھی یا ان فتوحات کے اثر سے ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے پر بہت زور دیا ہے کہ شریعت ہی اصل طریقت ہے۔ فرماتے ہیں۔

در شریعت معنیٔ دیگر مجو غیر ضو در باطنِ گوہر مجو
ایں گہر را خود خدا گوہر گر است ظاہرش گوہر بطونش گوہر است

غور سے دیکھا جائے تو درحقیقت یہ بھی اتباعِ رسول پر ہی زور دینے کا طریقہ تھا۔ مروجہ تصوف کی اصلاح کی غرض سے آپ نے بار بار امت مسلمہ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ وہ شریعت کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ طریقت شریعت میں ہی اخلاص پیدا کرنے کا دوسرا نام ہے۔

پس طریقت چیست اے والا صفات شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات

---

از شریعت احسن التقویم شو وارثِ ایمان ابراہیم شو

---

از جدائی گرچہ جاں آید بہ لب وصل او کم جو رضائے او طلب
مصطفیٰ داد از رضائے او خبر نیست در احکام دیں چیزے دگر

---

طینت پاک مسلماں گوہر است آب و تابش از یم پیغمبر است
آب نیسانی بہ آغوشش درآ در میان قلزمش گوہر برآ
در جہاں روشن تر از خورشید شو صاحبِ تابانیٔ جاوید شو

اور جہاں کہیں آپ نے خالص تصوف کی زبان استعمال کی وہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی ذات گرامی کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وحدت الوجود کے "مقام" یا "حال" یا "واردات" کے لیے ہمہ اوست کی اصطلاح کے مقابلے میں دین ہمہ اوست کے مقام، حال اور واردات کو دین کی آخری منزل قرار دیا۔ جس کی وجہ سے تصوف میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی اصلاح ممکن ہوئی۔

می ندانی عشق و مستی از کجاست　　　این شعاعِ آفتاب مصطفیٰ است

---

زندۂ تا نورِ او در جان تست　　　این نگہدار ندہ ایمان تست

---

فقر و ذوق و شوق و تسلیم و رضاست　　　ما امینیم ایں متاع مصطفیٰ است

---

معنیٔ دیدار آں آخر زماں　　　حکم او بر خویشتن کردن رواں

اقبال کا فلسفہ خودی اور اسوۂ رسول ۔ علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کا بغائر مطالعہ بھی اس حقیقت کو منکشف کر دیتا ہے کہ جس چیز کو علامہ اقبال "خودی" یا مقام خویش سے تعبیر کرتے ہیں وہ تعلق باللہ اور اتباعِ رسول کے سوا کچھ اور نہیں۔

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہ مصطفیٰ رو

آپ کے نزدیک مثالی خودی کا باطن للہیت اور ظاہر اتباعِ رسول سے عبارت ہے۔

خودی کی خلوتوں میں کبریائی　　　خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

ظفر احمد صدیقی کے نام اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں[۲۶]

"دین اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رو سے ہر شے پر مقدم ہے نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کی حدود متعین کرتا ہے۔ ان حدود کے متعین کرنے کا نام اصطلاح اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی خواہ ہٹلر کی ہو یا مسولینی کی قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔

بہرحال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے پرائیویٹ ایمال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیہ اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے۔"

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں کہ شریعت کی محسوس شکل اسوۂ رسول ہی ہے۔ فلسفہ خودی کی رو سے اگر شریعت نام ہے خودی کے استحکام کا تو اس کا آخری معیار سیرتِ رسول ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری میں "مصطفیٰ" اور "عبدہٗ" کے الفاظ رفتہ رفتہ شعری علامات میں ڈھل جاتے ہیں جو خودی کی نشو و نما، استحکام اور ترقی کا کمال اور ذاتِ انسانی کی معراج کے طور پر ان کی شاعری میں استعمال ہوتی ہیں۔

سوال
از تو پرسم گرچہ پرسیدن خطاست — سرِّ آں جوہر کہ نامش مصطفیٰ است
آدمے یا جوہرے اندر وجود — آنکہ آید گاہے گاہے در وجود

جواب
عبدہٗ از فہمِ تو بالا تر است — زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
جوہرِ او نے عرب نے اعجم است — آدم است و ہم ز آدم اقدم است

---

کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہٗ جز سرِّ الا اللہ نیست

---

تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا — عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

---

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

---

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو — آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہا ست — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

انسان کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اگرچہ یہ خاکی نژاد ہے لیکن نوری صفات پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک ذرا سی آبجو ہے لیکن یہ آبجو بحرِ بیکراں بننے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

تو می گوئی کہ آدم خاک زاد است — اسیرِ عالمِ کون و فساد است
ولے فطرت ز اعجازے کہ دارد — بنائے بحر بر جوئے نہاد است



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیکن اس آبجو کو بحرِ بیکراں میں تبدیل کرنے کے لیے جو پروگرام وہ تجویز کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مصطفیٰ بحر است موج او بلند     خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند

اقبال کا ذوقِ شاعری اور اسوۂ رسول ۔ ہر شاعر فطری طور پر حسن سے متاثر ہوتا ہے جو اس کے اندر شعر گوئی کی تحریک پیدا کرتا ہے ۔ علامہ اقبال جس قسم کے حسن سے سب سے زیادہ متاثر تھے وہ اخلاق و کردار اور شخصیت و سیرت کا حسن تھا جسے آپ نے "خودی" کی فلسفیانہ اصطلاح کا نام دیا۔ اس لیے آپ کی شاعری کا موضوع خودی یا دوسرے الفاظ میں حسنِ سیرت و کردار ہے ۔ لیکن حسن سیرت و کردار کا جو کامل نمونہ عمر بھر آپ کی شاعری کے لیے زبردست تخلیقی تحریک بنا رہا ۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی جس میں جلال و جمال اور فقر و شاہی، زہد و جہاد، کی وہ ساری رعنائیاں اور تابانیاں سمٹ آئی ہیں ۔ جن کی علامہ اقبال کے شاعرانہ تخیل اور ذوقِ حسن کو تلاش تھی ۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی حسنِ سیرت کی کوئی چمک دیکھتے ہیں اس میں انھیں اسوۂ رسول کے فیض ہی کی جھلک نظر آتی ہے۔

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

---

می ندانی عشق و مستی از کجاست     ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیٰ است

---

زندہ تا نورِ اُو در جانِ تست     ایں نگہدارندۂ ایمانِ تست

---

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست     ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است

---

فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است     ایں تجلیہائے ذاتِ مصطفیٰ است

اقبال کا تصورِ آزادی اور اسوۂ رسول ۔ اگرچہ علامہ اقبال کے پیشِ نظر جو مقصد تھا وہ مسلمانوں کو انگریزوں کی سیاسی غلامی سے نجات دلانے کا مسئلہ تھا لیکن آپ نے اس مقصد کے لیے جو پروگرام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا وہ ایک سیاسی مسئلہ کے سیاسی حل تک محدود نہیں رہا بلکہ ان میں آزادی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی ایسی نفسیات پیدا کرنا مقصود تھا جو انھیں اسوا اللہ کی ہر قسم کی غلامی سے نجات دلائے اور ان کی پوری قومی زندگی میں ایک نفسیاتی اور روحانی آزادی کی راہ ہموار کر کے اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف رہنمائی کرے۔ اس غرض کے لیے آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی نفسیاتی اہمیت پر زور دیا۔ آپ کے نزدیک یہ عقیدہ انسان کو ہر قسم کی روحانی غلامی سے نجات دلاتا ہے کیونکہ اس سے یہ یقین لازم آتا ہے کہ انسانی تاریخ میں فوق الفطرت سرچشمہ کا منصب ختم ہو چکا ہے اور ہر باطنی واردات اب آزادانہ تنقید پر پرکھی جانے کے قابل ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے انسان کے اندرونی تجربات میں علم کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ لیکچرز میں ایک جگہ لکھتے ہیں[۲۹]

"جس طرح لا الٰہ کا عقیدہ فطرت کی تمام قوتوں سے الوہیت کا لباس اتار پھینکتا ہے اور انسان کے بیرونی تجربات میں تنقیدی مشاہدہ کی روح پیدا کرتا ہے (بالکل اسی طرح) باطنی واردات خواہ وہ کتنی ہی غیر فطری اور غیر معمولی کیوں نہ ہوں مسلمان کے لیے بالکل فطری تجربہ ہے جو دوسرے مشاہدات کی طرح تنقید کی زد میں آتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام "نبوت پر ایک نوٹ" میں تحریر فرماتے ہیں[۳۰]

"ایک کامل الہام اور وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام و وحی کی غلامی حرام ہے۔ بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ ہے کہ نبی آخر الزمان کی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے کیونکہ اس کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں یعنی فطرتِ صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرتِ صحیحہ کا انھیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اس واسطے عین فطرت ہیں ایسے احکام جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عاید کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہوں اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر "REALISE" کرنے کا نام تصوف ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے۔"

اقبال کا تصورِ ملت اور رسول آخر الزمان۔ علامہ اقبال نے رسالت کے ملت ساز پہلو کو اس صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جو شاید ان سے پہلے کسی بھی عالمِ دین سے ممکن نہ ہو سکا تھا اور علامہ اقبال کو بھی اس بات کا احساس تھا چنانچہ خواجہ عبدالوحید صاحب کی ڈائری کا وہ ورق جسے ہم اوپر نقل کر رہے ہیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے "ان پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ عقیدۂ توحید بجز عقیدۂ ختم رسالت ملت کی شیرازہ بندی نہیں کر سکتا۔ جہاں تک



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبوت اور ختمِ رسالت کے منصب کی سماجی اہمیت کا تعلق ہے وہ بجا طور پر اس پر بڑی شدت کے ساتھ اصرار کرتے تھے چنانچہ آپ نے یہ نکتہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا کہ تصدیق و تکذیب رسالت ہی سے ایمان اور کفر کا امتیاز کیا جا سکتا ہے فرماتے ہیں۔[۲۹]

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں: یعنی وحدت الوہیت پر ایمان انبیاء پر ایمان اور رسول کریم کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے ...... ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیتِ دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی کے رسول کریم کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔"

(ملت کے اندرونی استحکام کے لیے ناگزیر ہے کہ ان انتشار انگیز قوتوں (یعنی قادیانیت کے فتنہ اجرائے نبوت) سے محترز رہا جائے جو اسلامی تحریکات کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں۔۔۔۔ اس طرزِ عمل میں (دجودِ ملّی کی) حیاتیاتی قدر و قیمت مضمر ہے۔"

غرضیکہ آپ نے منصب نبوت کے ملّت ساز کردار اور عقیدہ ختم نبوت کے ذریعے وحدتِ انسانیت کی تشکیل کے موضوع پر آپ نے اپنے اشعار میں نہایت بلیغ اشارات کیے ہیں۔

اُمتے از ما سوا بیگانۂ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بر چراغ مصطفیٰ پروانہ

---

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وز رسالت در تنِ ما جاں دمید
ما ز حکم نسبت او ملتیم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اہل عالم را سراپا رحمتیم
از میان بحر او خیزیم ما ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مثل موج از ہم نمی ریزیم ما
از رسالت ہم نوا گشتیم ما ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہم نوا، ہم مدعا گشتیم ما
تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہستی ما با ابد ہمدم شود

---

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ زیں سبب با یکدگر پیوستہ ایم

---

پس خدا بر ما رسالت ختم کرد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ او رُسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گذاشت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ داد ما را آخریں جامے کہ داشت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لانبی بعدی ز احسانِ خدا است | پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایۂ وحدت ازو | حفظ سرِ وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست | تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند | نعرۂ لا قوم بعدی می زند

علامہ اقبال نے جدید ترین علمی زبان میں نبوت اور ختم نبوت کے نفسیاتی، تمدنی اور سماجی مضمرات کو اس قدر تشریح اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر وہ یہ نہ کرتے تو ہندوستان میں مسلمانوں کے ملی اور قومی تشخص کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ تھا۔

علامہ اقبال کی خوش قسمتی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے انوار و تجلیات سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوتے اور بالآخر انہیں میں جذب ہو کر رہ گئے۔

سیناست کہ فاران است یا رب چہ مقام است ایں
ہر ذرّہ وجود من، چشمے است و تماشا مست

یہی وجہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے جو اشعار کہے ہیں ان میں جذبے کی حدت اپنے پورے عروج پر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے دیدۂ بینا کے سامنے وہ سارے جلوے بے نقاب ہو رہے تھے جن کی اقبال کی مذہبیت ، صوفیانہ مزاج، حکیمانہ جستجو اور شاعرانہ ذوق کو تلاش تھی۔ بات اگرچہ شعر میں کہی گئی ہے لیکن یہ ان کا قال نہیں بلکہ حال ہے کہ:

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی | کشتی و دریا و طوفانم توئی

## حوالے اور حاشیے

۱۔ تا مزاجِ عصرِ من دیگر فتاد | طبعِ من ہنگامۂ دیگر نہاد

۲۔ تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے | عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

۳۔ مکاتیبِ اقبال بنام محمد نیاز الدین خاں مطبوعہ بزمِ اقبال ۲۔ کلب روڈ لاہور (ص ۴۰)

۴۔ آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی | اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

۵۔ قوتِ قلب و جگر گردد نبی | از خدا محبوب تر گردد نبی

۶۔ خط بنام سر اکبر حیدری مورخہ ۱۳ جون ۱۹۳۲ء مطبوعہ ضیا بار مجلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(اقبال نمبر ۱۹۳۸ء (ص ۵۰) انگریزی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

EVERY ATOM OF ME IS BRIMING WITH FEELING OF GRATITUDE TO HIM AND MY SOUL NEEDS OUTPOURINGS WITCH IS POSSIBLE ONLY AT HIS GRAVE.

۷۔ نقوش اقبال مصنفہ سید ابوالحسن علی ندوی مترجم شمس تبریز خان مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی (ص ۵۶)

۸۔ اقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور (ص ۲۵)

۹۔ ایضاً۔ (ص ۴۱۔۴۲)

۱۰۔ مطالعہ اقبال مرتبہ گوہر نوشاہی مطبوعہ بزم اقبال، ۲ کلب روڈ لاہور (ص ۴۹)

۱۱۔ سہ ماہی اردو مجلہ انجمن ترقی اردو۔ نئی دہلی اکتوبر ۱۹۳۸ء (اقبال نمبر) (ص ۴۰۸)

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ڈاکٹر عبدالحمید ملک سے راقم الحروف کی ایک نجی گفتگو پر مبنی (میاں محمد شفیع صاحب نے غالباً نوائے وقت لاہور کی کسی اشاعت میں اپنے کالم م۔ش کی ڈائری میں بھی اس بات کی تصدیق کی ہے)

۱۵۔ اوراق گم گشتہ مرتبہ رحیم بخش شاہین مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز شاہ عالمی لاہور (ص ۳۰۲)

۱۶۔ اقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، ریلوے روڈ۔ لاہور (ص ۴۲)

۱۷۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ مطبوعہ اقبال اکیڈیمی کراچی (ص ۶۲)

ملا شاہ بدخشی (جو دارا شکوہ کا استاد اور حضرت میاں میر کا مرید تھا) کا یہ شعر مولوی محمد الدین فوق نے اپنی کتاب "وجدانی نشتر" میں درج کیا تھا۔ جب یہ کتاب بغرض ریویو علامہ اقبال کے پاس پہنچی تو آپ نے اس شعر پر گرفت کرتے ہوئے فوق صاحب کو لکھا۔

"تعجب ہے کہ شیخ ملا کے ملحدانہ اور زندیقانہ شعر "من چہ پروائے مصطفیٰ دارم" کو آپ اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں اور پھر ملا کی تشریح کس قدر بیہودہ ہے۔ یہی وہ وحدت الوجود ہے جس پر خواجہ حسن نظامی اور اہل طریقت کو ناز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے اور ہم غریب مسلمانوں کو ان کے فتنوں سے بچائے۔"

۱۸- THOUGHTS AND REFLECTION OF IQBAL, ED: S. A. VAHID SH. MUHAMMAD ASHRAF, KASHMIRI BAZAR, LAHORE (PAGE: 30)

۱۹ - ایضاً۔



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۰۔ نقوشِ اقبالؒ۔ مصنفہ سید ابوالحسن علی ندوی۔ مترجم شمس تبریز خاں مطبوعہ مجلس نشریات اسلام (ص ۲۹)

۲۱۔ ۱۹۷۵ء میں لاہور میں پروفیسر اینماری شمل نے ایک لیکچر پر مبنی جس کی رپورٹ پاکستان ٹائمز لاہور کی کسی اشاعت میں شائع ہوئی۔

۲۲۔ اقبال نامہ۔ مرتبہ چراغ حسن حسرت مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، ریلوے روڈ۔ لاہور (ص ۲۸-۲۹)

۲۳۔ اوراق گم گشتہ مرتبہ رحیم بخش شاہین اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالمی۔ لاہور (ص ۔ ۴۶ تا ۶۷)

۲۴۔ مکاتیبِ اقبالؒ بنام نیاز الدین خاں مطبوعہ بزمِ اقبال ۲ کلب روڈ۔ لاہور (ص ۲)

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار مطبوعہ اقبال اکیڈیمی۔ کراچی (ص ۲۱۷)

۲۷۔ RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM BY DR. MUHAMMAD IQBAL, SH. MUHAMMAD ASHRAF, KASHMIRI BAZAR LAHORE (PAGE: 127)

۲۸۔ انوارِ اقبالؒ۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ مطبوعہ اقبال اکیڈیمی کراچی (ص ۴۶-۴۷)

۲۹۔ حرفِ اقبال مرتبہ شاملو مطبوعہ المنار اکادمی۔ لاہور۔ (ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۱)


# قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما (فارسی)

از ـــ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر نقلی اور عقلی دلائل و براہین سے بھرپور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور و مقبول اور اپنے موضوع پر عربی، اُردو اور فارسی میں منفرد کتاب جو عرصہ دراز سے ناپید تھی۔ اہلِ علم اور اصحابِ ضرورت اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ نوے سال کے بعد اللہ عزوجل کی توفیق سے "المکتبۃ السلفیۃ لاہور" کے اہتمام میں نئی آن بان کے ساتھ منصۂ شہود پر عنقریب جلوہ گر ہو رہی ہے۔

دبیز آفسٹ پیپر ○ آفسٹ طباعت ○ منقش سنہری جلد،

ناشر المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور




محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ